

تفسير احمد

سُورَةُ الْمَسَدِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «المسد» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانى »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة مسد (اللب)

جزء (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی پانچ (۵) آیتیں ہیں۔

وجه تسمیہ:

اس سورت کا نام "مسد" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آخر میں فرمایا: "فِي جِدِّهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ" نیز بعض مصاحف اور تفاسیر کی روایات کے مطابق اس سورت کا نام اس کے پہلے لفظ "تبت" بمعنی "نقصان دہ ہونا" سے لیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے شروع میں فرماتا ہے: "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" بعض مصاحف میں اس سورت کو "ابو لہب" کے نام پر یا "اللہب" کہا گیا ہے۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر ابو حیان اندلسی نے جو ساتویں صدی کے مفسرین میں سے ہیں اس سورت کا نام "سورة اللہب" بتایا ہے، اس کے علاوہ کسی اور نے یہ نام نہیں بتایا ہے، (ملاحظہ فرمائیں: رسالۃ التحریر و التنویر) ابن عاشور محمد طاہر ۱۹۰۶ عربی میں مخطوطہ)

سورة مسد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورة مسد مکی ہے، اس کا ایک (۱) رکوع، پانچ (۵) آیتیں، چوبیس (۲۴) الفاظ، اکیاسی (۸۱) حروف، اور چونتیس (۳۴) نقطے ہیں۔

(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے سورة "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة مسد کا سورة النصر سے ربطہ و مناسبت

اس سورت کا پچھلی سورة "النصر" سے تعلق اور مناسبت یہ ہے کہ ہجرت، نصرت اور فتح اور اللہ کے دین میں لوگوں کے داخل ہونے کے بعد کفار کا سر جھک جانا چاہیے (یا ان کے سرداروں کا قلع قمع ہونا چاہیے) یہی وجہ ہے کہ اس سورت کا اس سے پہلی والی سورت سے گہرا تعلق ہے جو کہ سورة نصر ہے، اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لیے فتوحات کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ اس دور کے سخت ترین دشمن ابو لہب کو تباہ کر دیا، ہر دور میں اس دشمن کا صرف نام اور اس کے وسائل بدل جاتے ہیں، لیکن خدا کے دین سے دشمنی اور لوگوں کے دین میں داخل ہونے پر سختی کرنا ایسی صفت ہے جو کہ تبدیل نہیں ہوتی۔

سورہ مسد کا موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ہے، جو اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے، اور سزا اور ان کو شدید سرزنش، اور ان کی تباہی کے بارے میں اطلاع ہے، کیونکہ ابو لہب ہی وہ تھا جس نے اپنے تمام کام ترک کر دیے تھے، اور صرف یہی ذمہ داری لی تھی کہ: رسول اللہ ﷺ کی دعوتی کام میں خلل ڈالے، اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو ایمان لانے سے روکے، چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے آخرت میں ایک جلتی ہوئی آگ کی وعید سناتا ہے، جس میں وہ جلے گا، اور یہ عذاب اس کے بیوی کے لیے بھی ہے، کیونکہ وہ بھی اس دشمنی اور اذیت و تکلیف پہنچانے میں شریک تھی۔

سورہ مسد میں اہم ترین پیغام

اس سورت کا سب سے اہم پیغام اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ دولت، مقام اور انبیاء کے ساتھ خاندانی تعلق خدا کے غضب کو روک نہیں سکتا، ابو لہب کی طرح، جیسا کہ وہ قریش کے سرداروں میں سے تھا، رسول اللہ ﷺ کا چچا اور مال و دولت کا مالک تھا، لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اس کے کام نہ آئی، اور نہ اس کے لیے خدا کے حضور کوئی قرب حاصل کیا، خدا کا وعدہ یہ ہے کہ: "خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

سورہ مسد سے واقفیت

یہ سورت، جو تقریباً نبی کریم ﷺ کی کھلی دعوت کے آغاز میں نازل ہوئی تھی، وہ واحد سورت ہے جس میں کسی ایک شخص کا نام لے کر سخت حملہ کیا گیا ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام کا دشمن اس زمانہ میں ابو لہب تھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے: ابو لہب کی رسول اللہ ﷺ سے خاص دشمنی تھی، وہ اور اس کی بیوی اسلام کی راہ میں کسی قسم کے خلل اور بدزبانی کرنے سے دریغ کرتے تھے، قرآن عظیم صراحت سے کہتا ہے: دونوں جہنمی ہیں، اور یہ معنی درست ثابت ہوا، بالآخر دونوں دنیا سے بغیر ایمان کے گئے، یہ قرآن کی واضح پیشین گوئی ہے۔

سورہ مسد کی فضیلت

سورہ مسد کی فضیلت کے بارے میں، نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور ابو لہب کو ایک جگہ جمع نہیں کرے گا"، یعنی: وہ جنتی ہوگا، جبکہ ابو لہب جہنمی ہے، یہ کہے بغیر معلوم ہے کہ یہ فضیلت اس کی ہے جو اس سورت کو پڑھ کر اپنی راہیں ابو لہب کی راہوں سے

الگ کرے ، ان کی طرح نہیں کہ جو زبان سے تو پڑھتے ہیں، لیکن ابو لہب جیسا عمل کرتے ہیں۔

سورہ مسد کا شان نزول

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت : "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی، اور رسول اللہﷺ کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور اہل و عیال کو تنبیہ کریں اور انہیں دعوت دیں اسلام کی طرف (اپنی دعوت کا اعلان کریں)۔

رسول اللہﷺ کوہ صفا کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور کہا کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہے جو اچانک حملہ آور ہوگا، سب باخبر ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ) مکہ کے لوگوں نے جب یہ آواز سنی تو کہنے لگے: کون پکار رہا ہے؟ کہا گیا: "محمد" ہے بہت سے لوگ آنحضرت کے ارد گرد جمع ہو گئے، تو آپ فرمایا: مجھے بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آنے والا ہے جو تم پر حملہ کرے گا، تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، آپﷺ نے فرمایا: "انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید" ترجمہ: "میں سخت عذاب سے، جو تمہارے سامنے آرہا ہے، تمہیں ڈراتا ہوں" (تمہیں توحید کی طرف اور بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہوں) ابو لہب نے جب یہ تقریر سنی تو کہا: تم ہلاک ہو جاؤ تم نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اسی وقت یہ سورت نازل ہوئی: "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱" یعنی: ابو لہب کے دونوں ہاتھ برباد ہوں، (اس سے مراد ابو لہب خود ہے)۔

صیح بخاری اور مسلم میں سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا : " صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: يَا صَبَا حَاهُ. فَاجْتَبَعَتْ إِلَيْهِ قَرِيشٌ، قَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يَصْبِحُكُمْ أَوْ يَمَسِّيكُمْ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيِ عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ! أَلْهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ۝۱"۔

یہاں بعضوں نے مزید اضافہ کیا ہے کہ: جب ابو لہب کی بیوی (ام جمیل) کو یہ خبر ہوئی کہ یہ سورت اس کے اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو وہ نبی کریمﷺ کو تلاش کرتے ہوئے آئی، اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور کہنے لگی: میں نے سنا ہے کہ محمدﷺ نے میرا مذاق اڑایا ہے، خدا کی قسم! اگر وہ مجھے ملے تو میں اس کے منہ پر پتھر ماروں

گی، میں خود بھی شاعر ہوں، پھر اس نے کچھ اشعار لکھے، جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی مذمت کی گئی۔

ابو لہب اور اس کی بیوی کا اسلام کے لیے خطرہ صرف یہیں تک محدود نہیں تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کھلم کھلا ان کی مذمت کرتا ہے تو اس کے اور بھی اسباب ہیں جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

ضروری وضاحت

ابو لہب کا نام "عبدالعزی" تھا، وہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا، چہرے کا رنگ لال سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کے نام سے شہرت پائی، قرآن کریم نے اس کا نام مشرکانہ ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، ابو لہب کی کنیت کی مناسبت جہنم کی لہب سے تھی، ابو لہب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے سخت اور شدید ترین دشمنوں میں سے تھا، کہ نبی کریم ﷺ کو تکلیف اور اذیتیں پہنچاتا تھا، جب بھی نبی کریم ﷺ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو ابو لہب آپ ﷺ کی تکذیب کرتا تھا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح مؤرخین ابو لہب کے بارے میں لکھتے ہیں: ابو لہب اس شخص کی کنیت ہے جس کا نام "عبدالعزی" ہے، "عبدالعزی" یعنی: عزی کا بندہ، عزی قریش کے ایک بڑے بت کا نام تھا، قریش کے تین بڑے بت تھے: لات، منات اور عزی، بلکل جیسے: رب، اللہ اور ملک، ان لوگوں نے بھی تین بتوں کے نام اسی کے مطابق رکھے تھے۔

عبدالعزی نبی ﷺ کے چچاؤں میں سے تھا، پیغمبر ﷺ کے تین چچا تھے، عباس، عبدالمطلب اور یہی عبدالعزی، یاد رہے کہ: وہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے، بلکہ آپ ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کے سسر بھی تھے۔

ابو لہب جو نبی کریم ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کے کنبے میں سے تھا، آپ کی دشمنی میں اس نے تمام حدیں پار کر لی تھیں۔

بعض مفسرین ابو لہب کے لقب کے بارے میں لکھتے ہیں: "لہب" یعنی: آگ کا شعلہ، اگرچہ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کہا گیا، لیکن بعض دوسروں نے کہا ہے کہ: چونکہ وہ شخص بہت شعلہ بیان تھا، اور بہت زیادہ شیطانی کرتا تھا، اور بہت زیادہ آگ بھڑکاتا تھا، اس لیے یہ لقب اس کے لیے چنا گیا۔

سُورَةُ الْمَسَدِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَامْرَأَتُهُ ۝
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝

سورت کا ترجمہ

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا	تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱
نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)	مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝۲
عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا	سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳
اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے	وَامْرَأَتُهُ ۝۴ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴
اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی	فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"تب" تباہ ہو گیا، کاٹا گیا، نقصان اٹھانے والا ہو گیا، چونکہ یہ بد دعا نفرت کے موقع پر بیان ہوئی ہے، اس لیے مضارع کا معنی ہوگا، جیسے: تباہ ہو جانا، کاٹا جانا، مردہ باد! "وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ" (مؤمن: ۳۷) ترجمہ: "فرعون کی تدبیر (اپنی) تباہی کے سوا کچھ نہ تھی، "يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" ابو لہب کے دونوں ہاتھ، یہاں جزء سے مراد کل ہے، ہاتھ سے مراد اس کی ذات ہے، (رجوع فرمائیں: جزء عم شیخ محمد عبدہ) ابو لہب آپ ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا، ہمیشہ وہ اور اس کی بیوی ام جمیل اسلام کے مخالف اور مسلمانوں کو اذیت دینے کی تلاش اور جستجو میں تھے۔

"مَا أَغْنَىٰ" بے نیاز نہ کیا، فائدہ نہیں پہنچایا، "سَيَصْلَىٰ" (صلی) بہت جلد آگ میں داخل ہوگا، اور اس میں جلے گا، (سباء: ۱۰، ابراہیم: ۲۹، اسراء: ۱۸) "ذَاتَ لَهَبٍ" شعلے والی، بھڑکتی، اور روشن (مرسلات: ۳۱) "الْحَطَبِ" ایندھن، "جِيدٍ" گردن، "حَبْلٌ" تار، "مَسَدٍ" کھجور کی چھال اور پتوں وغیرہ سے بٹی

ہوئی رسی، یہ آیت حال ہے، اور ایک شخص کی تحقیر و تذلیل ہے، یہ حشر صرف ابو لہب اور ام جمیل کا نہیں، بلکہ جو قرآن کی مخالفت کرتا ہے، اور اس کے احکام کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالتا ہے، جہنم میں ان کا ساتھی ہوگا۔

ملاحظہ:

ابو لہب کا کوئی بیٹا لہب کے نام سے نہیں تھا، لیکن شاید اس کے چہرے کے لال ہونے کی وجہ سے اسے ابو لہب کہا گیا ہو۔

سورت کی تفسیر

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا	تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝۱
--	---------------------------------------

یہاں مراد اس سے اس کا عمل ہے، یعنی: اس کا کیا ہوا کام ہلاک ہوا، علماء بلاغت کہتے ہیں کہ: "يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" میں مجاز مرسل کا استعمال ہوا ہے، یعنی: جزء کا اطلاق ہوا ہے اس سے مراد کل ہے، لہذا معنی یہ ہے کہ: ہلاک ہو ابو لہب خود اپنے تمام وجود سمیت، یہ نفرت آمیز جملہ ہے اس کے خلاف۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ: "اور ہلاک ہو گیا" یہ جملہ اللہ سبحانہ کی طرف سے خبر ہے، اس پر لعنت بھیجنے کے بعد، کہا جاتا ہے کہ ابو لہب کی ہلاکت کی تعبیر ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان کی گئی ہے، گویا اس کا نقصان میں واقع ہونا ایسا یقینی ہے جیسے وہ بوجھتی، اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ ابو لہب دنیا اور آخرت میں ہار کر ہلاک ہو گیا۔

ابو لہب کی مہم جوئی، برائیوں اور فتنہ انگیزیوں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے میں اس کے کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سورت اس کے اور اس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کے اس برے عمل کی مذمت ایک مستقل سورت کی شکل میں کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ان کا کردار بدترین تھا۔

"تبت" یعنی: کٹ جانا چاہیے، "يَدَا" اصل میں "يَدَانِ" تھا، یعنی دونوں ہاتھ، ابو لہب کے دونوں ہاتھ

"وتبَّ" اور کاٹا گیا، کٹا ہوا ہو، "يَدَا" سے کیا مراد ہے؟ يَدَا سے مراد صرف یہی انگلیاں ہیں، جبکہ قرآن کریم میں لفظ "يد" کے دوسرے معنی بھی آئے ہیں، مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ: "يُدُّ اللَّهُ فَوْقَ آيْدِيهِمْ" (سورہ فتح: ۱۰) ترجمہ:

"اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمام ہاتھوں کے اوپر ہے" یعنی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہم ہاتھ تو نہیں مان سکتے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے: "بِيَدِكَ الْخَيْرُ" (سورہ آل عمران: ۲۶) مثال کے طور پر ہم بھی جب کہتے ہیں کہ اے اللہ! نیکی اور

بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، یعنی: تیری قدرت میں ہے، پس یہاں یَد سے مراد قدرت ہے، یا: "قُلْ إِنَّ الْفُضْلَ بِيَدِ اللَّهِ" (آل عمران: ۷۳) فضل خدا کے ہاتھ میں ہے، یا: "مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ" (مؤمنون: ۸۸) ہر چیز کی مکمل بادشاہی اس کے ہاتھ میں ہے، یا اس شخص کے لیے جس نے رب کی آیات سے منہ موڑا ہے کہتا ہے: "مَا قَدَّمَتْ يَدُكَ" (سورہ کہف: ۵۷) جس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، یعنی اس سے پہلے کہ آخرت میں اللہ کے سامنے حاضر ہو، جبکہ ہمارے بہت سارے کام ہماری سوچ اور زبان کے ساتھ ہیں، نہ کہ ہاتھ ساتھ، پس "ید" ان مواقع پر مجاز ہے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے: "بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" (سورہ بقرہ: ۲۳۷) یعنی جس کے اختیار میں نکاح کا انعقاد ہے، مثال کے طور پر لڑکا اور لڑکی یا تو خود شادی کرتے ہیں یا کسی کے ذریعہ جس کے اختیار میں عقد اور نکاح ہے۔

اس سورت میں ہاتھ سے مراد ابو لہب کا مادی ہاتھ مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں ہاتھ کا استعمال مجاز طریقے سے ہوا ہے، اور یہ طاقت اور قدرت کی علامت ہے، یعنی شرک کی طاقت، مخالفت کی قوت اور دشمنی کی قوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرتی ہے، اور اسلام کو تباہ کرنا چاہتی ہے، وہ منفی قوت جو اسلامی تحریک اور انقلاب کے خلاف صف آراء ہو چکی ہے، یہ طاقت کٹ جائے، نابود ہو جائے، اور یہ دراصل ایک نعرہ ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نعرہ نہیں لگاتا، یہ تو واضح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ ضرور ہوگا، اگر وہ چاہے تو کفار اور اسلام کے دشمنوں کو کاٹ ڈالے، اور خدا کو ان پر لعنت بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم انسان ہی نعرے لگاتے ہیں، اور انسانوں کے نعرے ان کے دل کی خواہشات کا اظہار ہوتی ہیں، فلاں مردہ باد، فلاں زندہ باد، یہ ایک قوم کی خواہشات کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن خدا کو نعرے کی ضرورت نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابو لہب کی جان لے لیتا، اس کے ہاتھ کاٹتے اور اس پر لعنت بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، بہر صورت یہ ایک الہی پیغام ہے کہ زمانے کے ابو لہبوں کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، غداروں کے ہاتھ کاٹے جائیں، جارحوں اور جابروں کی طاقت ختم ہو جائے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، ایک ایسا قانون ہے جو دنیا میں رائج ہے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: ابو لہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اذیت پہنچاتا تھا، حج کے موسم میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قافلے کو دعوت دینے جاتے تو

یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاتا اور قافلہ والوں کو کہتا کہ اس کی باتیں نہ سنو، یہ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتا ہے، یہ تمہیں تمہارے اصل معبودوں سے دور کرے گا، جو "لات، منات اور عزی" ہیں۔

نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)	مَا آغْنِي عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۖ
--	--

اس نے کس بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا؟ اس بنا پر کہ وہ ایک امیر شخص تھا، وہ اپنے وقت کے حساب سے کروڑ پتی تھا، لیکن اپنی تمام تر دولت اور معاشرتی حیثیت کے ساتھ اور قرآن کے مطابق اپنی تمام کمائی کے ساتھ کہاں گیا اور کیا کیا؟ نہ اس کی جائیداد اور نہ ہی معاشرے میں اس کے عہدے نے اسے فائدہ دیا، اور نہ اس کو عذاب سے بچایا۔

اکثر انسانوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اگر امیر ہیں یا طاقتور ہیں، یا ان کا کوئی اونچا مقام و مرتبہ ہے تو لوگ ان کی حمایت کریں گے، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دولت اور عہدے کی بنیاد پر جو چاہیں کر سکتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہی فرماتا ہے کہ: ان میں سے کوئی بھی چیز تیری محتاجگی کو ختم نہیں کرتی، کوئی چیز تمہارے کسی کام نہیں آئے گی، اس سے تمہارا مسئلہ حل نہیں ہوگا، ابن زید فرماتے ہیں کہ ایک دن ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں آپ کا دین قبول کر لوں تو مجھے کیا فضیلت ملے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی جو دوسرے مؤمنوں کو حاصل ہوتی ہے، ابولہب نے کہا: گویا کہ دوسروں کے مقابلے میں مجھے کوئی اضافی استحقاق نہیں ملے گا؟ پیغمبر اسلام نے فرمایا: اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو؟ ابولہب غصے میں آگیا اور کہنے لگا: "تبا لهذا الدین تبا ان اکون وهولاء سواء" ہلاکت ہو ایسے دین پر، جو مجھے اور ان لوگوں کو برابر کہتا ہے۔

"وَمَا كَسَبَ" اس کی جائیداد خواہ مال ہو یا اولاد، "وَمَا كَسَبَ" اس سے بعض مفسرین نے آمدنی کا معنی لیا ہے، یعنی: وہ منافع جو وہ اپنی جائیداد سے کماتا ہے، وہ اس کا کسب ہے، دوسرے مفسرین نے اس سے مراد اس کی اولاد لی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم کی اولاد بھی اس کے کسب میں سے ہے، (ابوداؤد، ابن ابی حاتم) یہ دونوں معنی ابولہب کے انجام سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ جب وہ بیمار ہوا تو اس کی جائیداد بھی اس کے کوئی کام نہ آئی، اور اس کی اولاد نے بھی اس کو اپنی حالت پر بے کسی کے عالم میں مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو عذاب الہی سے ڈرایا، تو ابو لہب نے کہا: میرا یہ بھتیجا جو کچھ بھی کہتا ہے اگر وہ سچ ہے تو میرے پاس بہت سا مال و اولاد ہے ان سب کو دے کر اپنے آپ کو بچالوں گا، اس کے یہ کہنے پر آیت: "مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ" نازل ہوئی، جب وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوا تو اس کی اولاد اس کی میت کو احترام کے ساتھ دفن کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئی، تو اس طرح چند سالوں میں جو پیشین گوئی ابو لہب کے بارے میں اس سورت میں ہوئی تھی وہ پوری ہوئی دیکھی۔

مال: ان تمام چیزوں کی خاصیت جو انسان کے لیے پسندیدہ اور محبوب ہیں، یعنی: انسان ان سے فطرتاً محبت کرتا ہے، اصل لفظ "مال" میں سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے، اور اس میں ایک خاص کشش ہوتی ہے، لہذا مال کی محبت ایک فطری اور طبعی چیز ہے، دین نے ہمیں مال جمع کرنے، مال اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ ہمیں ناجائز ذخیرہ اندوزی اور مال پرستی سے منع کیا ہے، اس طرح کہ مال ہی انسان کا سب کچھ ہو جائے اور اقدار کے حصول اور سمجھنے کے لیے ہماری تشخیص کا معیار بن جائے، فرمایا: "مَالُهُ وَمَا كَسَبَ" "مَا كَسَبَ"، مالہ کے علاوہ ہے، مال وہ چیز ہے جو موجود ہے، اسے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن "مَا كَسَبَ" وہ جو موجود نہ ہو، اور حاصل کیا جاتا ہو، خدا تعالیٰ آنے والے مؤمنوں کے دل کے اطمینان کے لیے آنے والے وقت سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جو کچھ اب موجود ہے، اور کفار کے سرداروں کے پاس ہے، اور جو کچھ مستقبل میں انہیں ملے گا، ان کا کوئی بھی مسئلہ یا مشکلات حل نہیں کرسکے گا، چنانچہ مؤمن انسان اپنے آپ کو بے وقعت، کمتر اور حقیر محسوس نہیں کرتا۔

عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا	سَيَصِلُ نَارًا إِذْ أَتَاهَا ۝۳
--------------------------------------	----------------------------------

یعنی: ابو لہب کو جلد ہی ایک دہکتی ہوئی آگ میں عذاب دیا جائے گا، جو اس کی کھال کو جلا دیگی، وہ آگ جہنم کی آگ ہے، "ذَات لَهَبٍ" شعلے والی آگ، ایسی آگ جو بھڑکتی اور شعلے والی ہے، درحقیقت وہ ایک قسم کی آگ ہے، اس شخص کا نام ابو لہب ہے تو اس کی تقدیر "ذَات لَهَبٍ" ہے، ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں، ابو لہب بھی دشمنی کی آگ بھڑکا تا تھا، جس

نے جو کچھ بویا وہی کاٹے گا جس نے اپنے ظلم و ستم اور بد عنوانی سے لوگوں کے مال و جان اور زندگیوں میں آگ لگا دی، اور ان پر تشدد کیا، لازمی طور پر اس کا حشر بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے	وَامْرَأَتُهُ ۝ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝
---	--

اور اس کی بیوی بھی اس آگ میں گرے گی، جو لکڑی اٹھانے والی ہے، "حَمَّال" وہ جو بوجھ اٹھاتا ہے۔

"حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" لکڑی اٹھانے والی، چغلی اور شر انگیزی کی طرف اشارہ ہے، کہ نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکا کر لوگوں کی باہمی محبت و الفت کو آگ لگاتی تھی، اور سب کی دوستی اور رشتہ داری کے روابط اور تعلقات کو ختم کر دیتی تھی، یہ ایک تمثیلی استعارہ ہے اس شخص کی فتنہ انگیزی پر جو آگ میں لکڑیاں ڈالتا ہے، تاکہ وہ بھڑک اٹھے۔ (اسراء: آیات ۴۰ تا ۴۸ کی شرح و تفصیل)

کہتے ہیں: "ولم یمش بین الناس بالخطب الرطب" (فلاں نے لوگوں کے درمیان چغل خوری اور فتنہ انگیزی نہیں کی) "وَامْرَأَتُهُ" اس کی بیوی، ام جمیل، "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" یعنی: کانٹے اور جھاڑیاں، مؤرخین لکھتے ہیں کہ: چونکہ ابو لہب کا گھر آپ کی دیوار سے متصل تھا، اس لیے اس کی بیوی کانٹوں کا ڈھیر لے کر آتی، اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے لیے آپ ﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی، اس لیے اسے لکڑ ہارا کہا گیا۔ سعید بن جبیر کا کہنا ہے کہ جو خود پر گناہ لادتا ہے اس کے بارے میں ایک محاورہ کہا جاتا ہے: "فلاں یحطت علی ظہرہ" (فلاں اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادتا ہے) پس "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کا معنی بے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والی۔

ابو لہب کی بیوی، ام جمیل حرب کی بیٹی ابو سفیان کی بہن اس کا شمار خواتین شعراء میں ہوتا تھا۔

جیسا کہ ہم نے کہا کانٹے اور گوبر لے کر رات کو رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ڈالتی تھی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ ابو لہب کی بیوی بڑے گناہوں کا بوجھ اٹھانے پر نبی ﷺ سے دشمنی کے سبب اور اپنے شوہر کو ان کے اذیت پہنچانے پر ترغیب دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے کر جہنم کی ایندھن کو اٹھاتی تھی۔

یا یہ اس کی چغل خوری سے کنایہ ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں دشمنیاں اور جھگڑے بھڑکاتی تھی، ہمارے ہاں ایک مشہور مثال ہے: کچھ

لوگ فتنہ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور کچھ لوگ اس میں لکڑیاں لاکر اس کو ایندھن فراہم کرتے ہیں، ام جمیل بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان موجود حسد کی وجہ سے اپنے شوہر کو نبی ﷺ سے دشمنی پر اکساتی تھی، تو شوہر آگ جلانے والا ہے، یعنی دشمنی کی آگ اور اس کے شعلے کو بھڑکاتا اور ہوا دیتا ہے، جبکہ اس کی بیوی مجلس و محفل میں آگ پھیلانے والی۔

ملاحظہ:

"وَأَمْرَأْتُهُ" اس کی بیوی، انسانی تاریخ میں خواتین کے مثبت یا منفی کردار کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی: عورتیں اچھی بھی ہوسکتی ہیں اور اس کے برعکس بھی، پوری تاریخ، یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں بھی عورتوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے، اب ہم اس کردار کو ایک طرف چھوڑ کر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ عورت معاشرے میں بے کار ہے، وہ بھلائی کی طرف دعوت دے سکتی ہے، وہ خیر کی حامی اور اہل خیر بھی ہوسکتی ہے، یا برائی کی حامی اور اہل شر بھی ہوسکتی ہے، اس کی واضح مثال اس سورت مسد میں ہے۔

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی	فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝
---	------------------------------------

مسد: کھجور کی چھال جس سے رسی بنائی جاتی ہے، وہ رسی جس میں لکڑیوں کا گٹھڑا باندھا کر لایا جاتا ہے، وہ کھردرے ریشے سے بنی رسی اس کے گلے کا طوق بن جائے گی، اس کے ذریعے اس پر جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکائے جائیں گے، اس کا گلا دبا کر اسکو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

روایت ہے کہ ابو لہب کی بیوی کے پاس زیورات کا ایک شاندار ہار تھا، اس نے کہا: میں لات اور عزی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس ہار کو محمد ﷺ کی دشمنی میں استعمال کروں گی، اس لیے قیامت کے دن اس کا ہار آگ کی زنجیر بنے گا، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آخرت میں اس کی سزا کو اسی شکل اور حالت میں جو اس کی دنیا میں تھی بیان کرتا ہے، کیونکہ آخرت کی سزا مجرم کے فعل کی نوعیت کی ہے، اور اس کے جرم کے مطابق ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: اس سورت کے نزول کے وقت ام جمیل، ابو لہب کی بیوی اپنے ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مسجد الحرام میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس گئی، اس وقت ابوبکر صدیق ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، تو اس نے ابو بکر صدیق ؓ سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے دوست نے میرا مذاق اڑایا ہے، اور اب میں اس

کے ساتھ یہ اور یہ کرنے آئی ہوں، لیکن اللہ نے اس کی آنکھیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے سے اندھی کر دیں، اور ادھر ادھر بہت تلاش کیا، مگر آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سے پوچھا کہ: کیا تم میرے ساتھ کسی کو دیکھتی ہو؟ ام جمیل نے کہا: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں تیرے ساتھ تیرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتی، علماء نے کہا کہ یہ سورت ایک واضح معجزہ اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ایک واضح دلیل ہے، کیونکہ اللہ نے "سَيَصْلَىٰ نَارًا اٰذَاتٍ لَّهٖبِ" کے نزول کے ساتھ اعلان فرمایا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ایمان نہیں لائیں گے اور دنیا و آخرت میں ان کا انجام بدبختی کے ساتھ جڑا ہوا ہے، پس اس خبر کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا، نہ ظاہری، نہ باطنی طور پر، نہ کھلم کھلا، نہ پوشیدہ۔

"جید" گردن، ایک نازک پتلی اور خوبصورت گردن کو کہا جاتا ہے، جو عموماً خواتین کی گردن ہوتی ہے، اور خواتین کے سینے کے اوپری حصے کو بھی کہا جاتا ہے، جو ہار پہننے سمیت سنگار کرنے کی جگہ ہے، اور اس جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جہاں عورتیں اپنے زیور سنوارتی ہیں، پس اس سے مراد گردن نہیں ہے، کیونکہ گردن کو "عنق" یا "رقبہ" کہا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں لٹکایا جائے گا، اس عورت کا وجود فطرت نسوانی کے برعکس سخت اور کھردری فطرت ہے، اس کے اندر نرم و ملائم جذبات اور احساسات کے بجائے سخت اور مخالفانہ کیفیت پائی جاتی ہے، یعنی بطور مثال "جید" جو اس کے وجود میں زینت و آرائش کا مقام ہونا چاہیے، عورت کی فطرت محبت اور پیار ہے، مگر اس کے بجائے اس میں نفرت، کینہ پر تشدد جذبات، اور بری عادات ہیں۔

"حبل" ایک موٹی ڈور، کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی رسی: مسد ہے، موٹی رسی، جو کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی ہو، جس سے اس کی موٹائی اور کھردرا پن میں اضافہ ہوتا ہے، (یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھڑک اٹھے گی اور اس قید، ذلت اور عذاب کا مزہ چکھائے گی) نیز آیت مبارکہ میں لفظ "مسد" سے مقصود ابولہب اور اس کی بیوی اور ان لوگوں کی تذلیل کرنا، ان کی بے قدری، تحقیر اور انہیں غصہ دلانا ہے، نبی خاتم کو تکلیف پہنچانے اور کتاب مقدس کے احکام کی نافرمانی اور خدا کے دین کے خالص حدود اور دائرے کی توہین کی وجہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں۔

کیا واقعی ابو لہب کے ہاتھ کاٹے گئے تھے؟

اس سورت کی پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ: "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور (ابو لہب) پر موت واقع ہو، آیت مبارکہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا واقعی اس کے ہاتھ کاٹے گئے تھے یا نہیں؟ امام بخاری اور متعدد محدثین ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: "لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" یعنی جب (سورہ شعراء کے آیت: ۲۱۴) "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (اے پیغمبر: اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا) نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے باہر نکل کر صفا پہاڑ پر چڑھ گئے، پھر انہوں نے اونچی آواز میں پکارا: صباحا! ("عرب یہ جملہ اس وقت کہتے تھے جب ان پر کوئی دشمن اچانک حملہ آور ہوتا، تاکہ سب باخبر ہو کر معاملے کے لیے تیار ہوجائیں) جب قریش نے یہ پکار سنی تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس کی پکار ہے؟ جواب دیا گیا کہ محمد ہے، چنانچہ انہوں نے پکار کا جواب دیا اور آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے خطاب فرمایا: اے بنی فلاں! اے بنی فلاں! اے بنی فلاں! اے بنی عبد مناف! اے بنی عبد المطلب! (اس طرح قریش کے ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام لے لے کر آپ ﷺ نے آواز دی) پھر سب لوگ ہمہ گوش ہو کر سننے لگے کہ محمد ﷺ اس قدر کونسی اہمیت والی بات کرنے لگے ہیں کہ سب کو بلایا ہے، اس کے بعد: حضور ﷺ نے فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ کچھ سوار اس پہاڑ کے دامن سے برآمد ہو رہے ہیں جو تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تجربہ میں آپ کی کوئی بات چھوٹی نہیں پائی، فرمایا تو میں عذاب شدید آنے سے پہلے تم کو اس سے ڈرا رہا ہوں کہ عذاب شدید میرے سامنے ہے، ابو لہب بولا تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو اکٹھا کیا تھا تو یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اس پر اسی دن "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" نازل ہوئی۔

کیا ابو لہب جہنمی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کفار اور مشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے، اور یہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بعض لوگوں کے جہنم میں ہونے کی اطلاع دی ہے، جن میں سے موسیٰ کے زمانے کا فرعون بھی ہے۔

رب عظیم سورہ ہود (آیت: ۹۸) میں فرماتے ہیں: "يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ"

النَّارَ وَبُنُسِ الْوَرْدِ الْمُرْوَدِ" ترجمہ: "وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا (جیسا کہ ان کو گمراہی کی طرف لے جاتا تھا) اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا، اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بہت برا ہے" اور ان میں سے نوح اور لوط کی بیویاں بھی تھیں: "صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا اِمْرًا نُوحٍ وَّامْرَاةٍ لُّوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يَغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ" (سورة التحريم آیت: ۱۰) ترجمہ: "خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی، تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے (کہ انہیں دنیوی اور آخرت کی کمر توڑ اور جلانے والے سے عذاب بچائیں) اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔"

اہل دوزخ میں سے ایک ابو لہب اور اس کی بیوی بھی ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل (سورہ مسد: ۵-۱) میں ہے اسی طرح ان افراد میں سے ایک عمرو بن عامر خزاعی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے دوزخ میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کی آنتیں نکلی ہوئی تھیں۔

(یہ روایت صحیح ہے، بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے) ان اشخاص میں سے ایک عمار بن یاسر کا قاتل ہے، معجم طبرانی میں عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاتل عمار و سألہ فی النار" (صحیح الجامع: ۴/۱۱۰ شماره: ۴۱۷)

قیامت اور ان سے سوالات و جوابات کا موضوع

اس بارے میں کہ کیا قیامت کے دن کافروں سے سوال و جواب ہوگا، علماء کے مختلف نظریات ہیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: امام احمد کے پیروکاروں میں سے متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، وہ جو کفار کے محاسبہ پر یقین نہیں رکھتے جیسے: ابوبکر عبدالعزیز، ابو الحسن تیمی، قاضی ابو یعلیٰ وغیرہ، جبکہ دوسرا گروہ جو کافروں کے حساب و کتاب پر یقین رکھتا ہے، جیسے: ابو حفص بر مکی، ابو سلیمان دمشقی اور ابوطالب۔ (مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام: ۳۰۴-۵)

لیکن حق یہ ہے کافروں کا محاسبہ ہوگا، اور ان کے اعمال تو لے جائیں گے، درج ذیل آیات اس دعوے کی سچائی کا ثبوت ہیں:

خدا عزوجل "سورة القصص: ۶۲" میں فرماتے ہیں: "وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ

شُرَكَاءِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ "ترجمہ: "اس دن (کو یاد کرو) جب خدا انہیں پکارے گا، اور ان سے کہے گا: وہ شریک کہاں ہے جو تم نے میرے لیے سوچے تھے؟" اے مشرکوں! اب جب کہ حجاب اور پردے ہٹ چکے ہیں، حساب و کتاب اور بے بسی کا وقت ہے تو بتاؤ ان بتوں، انسانوں اور جن کو تم معبود سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے کہ اگر تمہیں عقاب اور خالق کی سزا سے بچائیں۔

"وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥﴾" (سورة القصص: ٦٥) ترجمہ: "اس دن کو یاد کرو جب خدا تعالیٰ مشرکوں سے کہے گا! کہ تم نے انبیاء کو جواب دیا؟"

"فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿١٠٦﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿١٠٨﴾ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿١٠٩﴾ وَمَا آذْرِكَ مَا هِيَ ﴿١١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١١﴾" (سورة القارعة: ١١-٧) ترجمہ: "تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا، اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے، اس کی جائے قرار گھری ہاویہ ہوگی، اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟، ایک بھڑکتی ہوئی آگ۔"

"وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ * تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ * أَلَمْ تَكُنْ أَيْتِي تُلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾" (سورة المؤمنون: ١٠٥-١٠٣)

ترجمہ: "اور وہ شخص جس کے (دنیوی اعمال و اقوال) پلڑے ہلکے ہو گئے، یہی لوگ ہیں (جنہوں نے) اپنی عمر ضائع کی) اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے (اللہ ان سے فرمائے گا) کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟۔ سوال یہ ہے کہ کفار کا کیوں حساب و کتاب ہوگا، جبکہ ان کے اعمال تو ضائع ہو چکے ہیں اور باطل ہیں؟ اس سوال کے مندرجہ ذیل متعدد جوابات دیے گئے ہیں۔

1- ان کے خلاف ثبوت پیش کرنا اور ان کے بارے میں عدل الہی کا اعلان کرنا، خدا تعالیٰ دوسروں سے زیادہ عذر قبول کرتا ہے، اور عادل مطلق ہے، اس بنا پر وہ کفار سے سوال کرے گا اور ان سے حساب لے گا، اور ان کو ان صحائف اور دستاویزات جن میں ان کے اعمال محفوظ ہیں کے بارے میں بتائے گا، اور ترازو کو ان کے گناہوں کی

کثرت اور برے اعمال کے مطابق ظاہر فرمائے گا۔
 "وَنَضْعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
 أَتَيْنَاهَا بِهَا ۚ وَكَفَىٰ بِنَا حَسِيبِينَ" ۝۴۰ ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو
 رکھیں گے جو عین انصاف کے ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم
 نہ کیا جائے گا، اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو
 ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔"

"وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُؤْتِنَا مَالٍ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ
 صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝۴۱"
 ترجمہ: "اور کتاب (ہر کسی کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں) رکھی جائے
 گی، (اور مؤمن جو کچھ اس میں ہے خوش ہوں گے) پس تو مجرموں
 کو (کفر اختیار کرنے والے) دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے،
 جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا
 ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی، مگر اس نے اسے
 ضبط کر رکھا ہے، اور انہوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں
 گے، اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

امام قرطبی فرماتے ہیں: کہ خدا دنیا اور آخرت میں مخلوق کا حساب
 و کتاب کرے گا تاکہ حجت کی تکمیل اور حکمت کا اظہار
 ہو (تذکرہ: ۲۴۵)۔

2- خدا جل جلالہ ان کو سرزش کرنے اور سزا دینے کے لیے ان کا
 حساب کرے گا، حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: محاسبہ کا
 مقصد کفار کے اعمال کو ظاہر کرنا اور ان اعمال کی بنا پر ان کی
 سرزش کرنا ہے، اور دوسرا مقصد برائی کے مقابلے میں اچھائی کا
 توازن رکھنا ہے، اگر خدا تعالیٰ کا مقصد پہلا معنی ہے تو یقیناً وہ
 لوگ ان اعمال کی وجہ سے قابل محاسبہ ہوں گے، اور اگر دوسرا معنی
 مراد لیا جائے، اور حساب کا مقصد یہ ہو کہ کیا کفار کے پاس کوئی
 نیک اعمال ہیں جس کی بنا پر وہ جنت کے مستحق بنیں تو یہ
 صریح گمراہی ہے (مجموعہ فتاویٰ: ۳/۳۵)

اس تشبیہ اور سرزنش کا تذکرہ بہت سی نصوص میں کیا گیا ہے:
 "وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا
 كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ" (سورۃ الانعام: ۳۰) ترجمہ: "اور کاش تم (ان کو اس وقت)
 دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور وہ

فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں پروردگار کی قسم! (بلکل برحق ہے) خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب کے مزے چکھو۔"

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا وَغَرَّبْتَهُمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ" (سورہ الانعام: ۱۳۰) ترجمہ: "(اس دن خدا ان سے کہے گا) اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ وہ کہیں گے ہم خود پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور وہ خود پر گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ کافر تھے۔"

"وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ" (سورۃ الشعراء: ۹۲-۹۱) ترجمہ: "اور دوزخ بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی، اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب کہاں ہیں وہ جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔"

"وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأُوا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لَهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ" (سورۃ القصص: ۷۴) ترجمہ: "پھر ان سے کہا جائے گا کہ پکارو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو، یہ انہیں پکاریں گے مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے، اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے، کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے" (کہ آج ایسے عذاب میں گرفتار نہ ہوتے)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ: اگرچہ کفار کے نیک اعمال کی ان کے کفر کی وجہ سے کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں ان کی رسوائی اور بدبختی ظاہر کرنے کے لیے ان کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، (النهاية، ابن کثیر: ۲/۳۰)

3 - کافر شریعت کے فروعات کے پابند ہیں، جیسا کہ وہ شریعت کے اصولوں کے بھی پابند ہیں، اس لیے ان سے ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرطبی کہتے ہیں کہ: کفار شریعت کے فروعات کے مکلف ہیں، اور شریعت کے فروعات کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی، فروعات میں کوتاہی کی صورت میں ان کو سزا دی جائے گی۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" (سورہ فصلت آیت ۶-۷) ترجمہ: "تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے، جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔" اور خدا تعالیٰ مجرموں کے بارے میں فرماتے ہیں: "مَا سَأَلَ كُفْرًا فِي سَقَرٍ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ * وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ الْمَسْكِينِ وَكُنَّا نَحْوُ مَعَ الْحَائِضِينَ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ" (سورۃ المدثر: ۴۶-۴۲)

ترجمہ: "تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے، اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے، بلکہ ہم بے مقصد بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر صرف باتیں کیا کرتے تھے، اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔"

4 - کافر اپنے کفر اور گناہوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی حد کے مطابق جہنم میں جائے گا اور جہنم کی آگ کے بھی مختلف درجے ہیں، جس طرح جنت کے مختلف درجات ہیں، اگر کسی کے کفر اور گمراہی کی شدت زیادہ ہو، اس کا عذاب بھی اسی مقدار کے مطابق زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ بعض کافر بھی جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، اور منافقین بھی اسی گروہ میں سے ہیں: "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (سورہ النساء: ۱۴۵) ترجمہ: "بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: کم برائیوں والوں کے عذاب سے زیادہ برائیوں والوں کا عذاب زیادہ ہوگا، کفار میں سے جس کی بھی نیکیاں اور حسنات ہوں گی عذاب کی شدت سے کم کی جائے گی، جیسا کہ ابوطالب کا عذاب ابو لہب کے عذاب سے کم اور ہلکا ہے، اس لیے کافروں کا حساب ان کے عذاب کے درجات کے اظہار کے لیے ہے، نہ کہ جنت میں جانے کے لیے، (شیخ الاسلام: ۴/۳۵)۔

امام قرطبی کفار کے اعمال کے بارے میں دو باتیں کہتے ہیں: پہلے تو کفر اور ان کے گناہوں کو ترازو کے ایک پلڑے رکھا جائے گا، کفار کے پاس نیکیاں نہیں ہوتیں کہ دوسرے پلڑے میں تولی جائیں، اسی لیے نیکیوں کا پیمانہ خالی ہونے کی وجہ سے برائیوں کا پیمانہ بھاری پڑ جائے گا۔

پھر نیک اعمال مثلاً: صلہ رحمی، صدقہ، دوسرے کا غم رکھنے والا، ہمدردی لوگوں کے ساتھ جو اچھا سلوک کرتے ہیں، اچھائیوں اور نیکیوں کے پلڑے

میں رکھا جائے گا، لیکن برائیوں کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے جھک جائے گا۔ (تذکرہ: ۳۱۴)

پہلا نکتہ صحیح ہے، کیونکہ کافر کے اچھے اور معروف اعمال شرک اور کفر کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہوتے ہیں، چنانچہ ان کی کوئی قدر نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ" (سورہ الزمر: ۴۰) ترجمہ: "اگر تو نے شرک کیا تو یقیناً تیرا عمل ضائع ہو جائے گا۔"

"وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (سورہ البقرہ ۲۱۷) ترجمہ: "اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے، پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ ہیں آگ والے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

حدیث میں آیا ہے کہ: "إن الله لا يقبل من العمل إلا ما كان خالصاً وابتغى به وجهه" ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ کوئی عمل نہیں قبول کرتا جب تک کہ وہ خالصاً اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو" شرک اور ریا سے پاک ہو، (نسائی باب چہارم، از ابی امامہ...)

صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر دنیا میں اپنے نیک عمل سے فائدہ اٹھائے گا، اور قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کا کوئی نیک عمل نہیں بچا ہوگا۔"

صحیح مسلم اور مسند احمد میں آیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله لا يظلم مؤمناً حسنته، يعطى بها في الدنيا (وفى رواية يثاب عليها الرزق في الدنيا) ويجزي بها في الآخرة، وأما الكافر فيطعم بها بحسنات ما عمل بها في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزي بها" (سلسلة الصحيحة: ۸۶-۱ نمبر ۵۳) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کسی مؤمن پر اسکی نیکیوں کے بارے میں ظلم نہیں کرتا، مؤمن اپنے اعمال کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیکھے گا، لیکن کافر کو اس کے تمام اعمال کا اجر اس دنیا میں ملے گا، اور جب وہ دوسرے جہاں میں جائے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی۔"

ان آیات اور احادیث کی توجیہ جو کفار سے سوال و جواب نہ کرنے کی بارے میں ہیں

اگر کہا جائے کہ: گذشتہ بحثوں کے مطابق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کفار سے سوال و جواب کیا جائے گا، اور اگر ایسا ہے تو اس کے مخالف جو نصوص

ہیں ان کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟ ان میں سے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا يَسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ" (سورہ قصص: ۷۸) ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔"

"فَيَوْمَئِذٍ لَا يَسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ" (سورہ الرحمن: ۳۹) ترجمہ: "پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے" (کیونکہ وہ وقت دنیا کو فنا کرنے کا وقت ہوگا نہ کہ پوچھ گچھ کا)۔ "هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ * وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ" (المرسلات: ۳۶-۳۵) ترجمہ: "آج کا دن، ایسا دن ہے (خدا کی آیات کو جھٹلانے والے بات نہیں کریں گے) کہ وہ نہیں بولیں گے، (کیونکہ اللہ نے ان کے منہ پر مہر سکوت لگایا ہوا ہے) اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔"

اس طرح کے بہت سارے نصوص: یہ بات قابل ذکر ہے کہ پچھلے نصوص اور ان نصوص میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے، علماء نے ان دو طرح کے نصوص میں تطبیق و توفیق کے مختلف طریقے بتائے ہیں: اول: کافروں سے شفاء سکون اور راحت کے لیے پوچھ گچھ نہیں ہوگی، بلکہ ان کی سرزش اور سزا کے لیے پوچھ گچھ ہوگی، مثلاً سوال جیسے: تم نے ایسا ویسا کیوں کیا؟ بات کرنے اور معافی مانگنے کے بارے میں بھی نہیں ہے یعنی خدا تعالیٰ ان سے حسن سلوک نہیں کرے گا، بلکہ ان سخت الفاظ میں غصے میں ان سے پوچھے گا (تذکرہ: ۲۸۶)

دوئم: یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے استفہامی انداز میں سوال نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر اور جاننے والا ہے، استفہام کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ کفار سے سوال تصدیقی اور تقریری ہوگا، مثلاً: ان سے پوچھا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ (تذکرہ: ۲۷۸)۔

حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں: کفار سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو جانتا ہے، اور فرشتوں نے انہیں لکھا ہے، (لوامع الانوار البہیة: ۱۷۴/۲)۔

سوم: یہ کہ کفار سے قیامت کے بعض مواقع پر پوچھ گچھ ہوگی، قرطبی کہتے ہیں کہ: قیامت کے کئی مراحل اور صورتیں ہیں بعض مراحل میں کافروں سے حساب لیا جائے گا، اور بعض مراحل میں نہیں۔

سفارینی: عکرمہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کو بہت سے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی بنا پر امام احمد قرآن کے نصوص کے جوابات کے سلسلے میں کہتے ہیں: سب سے پہلے جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو وہ ساٹھ (۶۰) سال تک نہ بولیں گے اور

معذرت کرنے کی اجازت ہوگی تاکہ وہ معافی مانگ سکیں: "رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ" (سورہ السجدہ: ۱۲) ترجمہ: "اے ہمارے رب! (ہم نے دیکھ لیا،) (جس چیز سے ہم نے خود کو اندھا کر لیا تھا)، اور ہم نے سن لیا (جس سے ہم نے خود کو بہرا بنا لیا تھا اب ہمیں پچھتاوا ہے)، پس ہمیں واپس بھیج (دنیا میں) کہ ہم نیک عمل کریں (اور کامیابی کے ساتھ تیرے کے سامنے پیش ہوں) بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں (قیامت اور تیرے پیغمبروں کے کہنے پر)۔"

اور جب انہیں بولنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کشمکش میں پڑیں گے، "ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ" (سورہ الزمر: ۳۱) ترجمہ: پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے " اور اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور ہر کسی کا حق اس کے ہتھیلی میں رکھے گا، یعنی: جب نا انصافی اور ظلم کا حساب لگے گا اور پیش کریں گے تو وہ لڑیں گے اور جھگڑیں گے: پھر ان سے کہا جائے گا: "قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَىٰ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ" (سورہ ق: ۲۸) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے پاس جھگڑا مت کرو، حالانکہ میں نے تو تمہاری طرف ڈرانے والا پیغام پہلے بھیج دیا تھا۔"

چہارم: قرطبی اس آیت سے متعلق کہتے ہیں: " وَلَا يَسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ" (سورہ القصص: ۷۸)

ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں (تحقیق و ترحیم) کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا" (بلکہ ان سے تذلیل اور تحقیر کا سوال ہوگا) بیان کرتا ہے کہ: یہ سوال مؤمنوں کو کافروں سے الگ کرنے کے لیے کیا جائے گا، یعنی قیامت کے دن فرشتوں کو کافروں سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ: تمہارا دین کیا ہے؟ اور تم نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ کیونکہ مؤمنوں کے چہرے تازہ اور سینے کھلے ہوئے ہوں گے، اور کافروں کے چہرے اداس اور سیاہ ہوں گے، اور فرشتے ان کے چہروں کے خدوخال سے پہچان لیں گے، اس لیے جب فرشتوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی کہ کافروں کو جہنم کی طرف لے جائیں، تو ان کے ظاہری علامتیں اور آثار ان کے پہچاننے کے لیے کافی ہوں گی، مزید تعارف کی ضرورت نہیں ہوگی، (تذکرہ: ۲۸۷)۔

پیغمبر اسلام کی بیٹیوں کا ابو لہب کے بیٹوں سے نکاح

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو بیٹیوں کا نکاح ابو لہب کے

بیٹوں سے کیوں کروایا، جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے، سب سے پہلے تو یہ جاننا کہ: نبی ﷺ کی بیٹیاں یہ ہیں: "زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ"، "زینب" کا نکاح رسول اللہ ﷺ نے "ابی عاص" سے کرادیا تھا، جب مشرکین سے شادی کرنا منع قرار پایا، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے مشرک شوہر سے الگ کر دیا، جب بعد میں ابی عاص مسلمان ہو گیا تو نبی ﷺ نے زینب کو واپس کر دیا "رقیہ" کو پیغمبر ﷺ نے "عتبہ بن ابی لہب" کے نکاح میں دے دیا، "ام کلثوم" جو رقیہ کی چھوٹی بہن ہے، پیغمبر ﷺ نے اسے عقیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں دے دیا، فاطمہ زہراء "نبی کریم ﷺ" نے "علی ابن ابی طالب" کے نکاح میں دی، جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے چھ (۶) ماہ بعد وفات پا گئیں۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے سورہ "المسد" یعنی: "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" نازل فرمائی تو ابو لہب اور اس کی بیوی "ام جمیل" جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کہا ہے، یعنی: ایندھن اکھٹے کرنے والی کا لقب دیا تو غصے میں آگئی اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیں، اور ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرا سر تم دونوں کے سروں پر حرام ہو اگر تم دونوں محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دو گے، تو اس کے بیٹوں نے نبی کریم ﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیدی، اور یہ طلاق نکاح کے تھوڑے عرصے بعد ہوئی تھی، اور ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی صرف نکاح ہوا تھا، (کتاب: الا ستعیاب فی معرفتہ الاصحاب صفحہ: ۵۹۳)۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ میں رقیہ سے شادی کر کے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، اور حبشہ میں ان کا بیٹا ہوا جس کا نام: "عبداللہ" رکھا اس تاریخ کے بعد حضرت عثمان کی کنیت: ابو عبداللہ ہوئی۔

اور غزوہ بدر میں چونکہ رقیہ کو "حصبہ" خسرہ کی بیماری لگ گئی تھی (جو آلودہ پھل، سبزی اور پانی کھانے پینے سے لگتی ہے) اور حضرت عثمان کی جہاد میں شرکت کرنے کی نیت تھی آپ ﷺ نے حکم دیا اپنے بیوی "رقیہ" کے پاس رہے لیکن بالآخر اس بیماری کی وجہ سے رقیہ وفات پا گئیں۔

پھر نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی "ام کلثوم" کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا، یہ نکاح ہجری کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں ہوا تھا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ نو (۹) ہجری کو وفات پا گئیں، چونکہ

حضرت عثمانؓ نے نبی کریم ﷺ کے دو بیٹیوں سے نکاح کیا تھا اس لیے ان کو "ذوالنورین" یعنی "دو نور والے" کا لقب ملا۔

لیکن اس مسئلے کے بارے میں کہ ابو لہب کے بیٹوں نے جو اللہ کا دشمن تھا پیغمبر کے بیٹیوں سے جو کہ اللہ کا رسول تھا شادی کیوں کی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء اسلام میں ایک مسلمان کی شادی کافر سے جائز تھی ابھی منع نہیں ہوئی تھی، اس کی نہی بعد میں نازل ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ فَاْمَتَّحُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمَ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَأَهِنَّ جُلَّ لَهُمْ وَلَا لَهُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ أَلَا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ" (سورہ المتحنتہ: ۱۰)

ترجمہ:

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اپنے کافر بیویوں کو طلاق دی اور کافر عورتوں سے نکاح کرنا بھی منع قرار پایا، کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَنَّ" (سورۃ البقرہ: ۲۲۱)

ترجمہ:

سوائے یہودی اور عیسائی عورتوں کے، جنہیں اس آیت کے نزول کے بعد نکاح کی اجازت دی گئی: "الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْبُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْبُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَحْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" (سورۃ المائدہ: ۵)

ترجمہ:

اس لیے مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ

- 1 - اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان کا کافر سے نکاح جائز تھا۔
- 2 - پیغمبر ﷺ کی بیٹیوں کا نکاح اللہ کے دشمن ابو لہب کے بیٹوں سے اسلام کے ابتدائی ایام میں ہوا تھا کہ اس وقت تک جائز تھا۔
- 3 - جب نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت کا علی اعلان اظہار فرمایا تو ابو لہب غصے میں آگیا اس نے اور اس کی بیوی نے اپنے بیٹوں کو حکم

دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دیں۔

4 - طلاق ہمسٹری سے پہلے تھی، اور یہ خدا کی طرف سے اپنے نبی کو دیا گیا ایک اور اعزاز تھا کہ ان کی بیٹیوں کو کنواری حالت میں ابو لہب کے بیٹوں کے نکاح سے خارج کر دیا۔

5 - صدر اسلام میں مسلمان کا کافر سے نکاح ایک عام مسئلہ تھا، لیکن بعد میں سوائے اہل کتاب کی عورتوں کے ممنوع قرار دیا گیا۔

ابو لہب کون ہے؟

ابو لہب کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ: ابو لہب کا تعلق بعثت سے پہلے تک نبی کریم ﷺ سے معمول کے مطابق اور اچھا تھا، لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اور اسلام کے آغاز میں وہ اس دشمنی سے مشہور ہو گیا، کیونکہ ایک طرف تو بنی ہاشم پر ان کے بھائی کی قیادت عبدالطلب کے بعد جس نے سنجیدگی سے پیغمبر کی حمایت بھی کی تھی، اسے مہنگی پڑی، دوسری طرف آباء و اجداد کے دین میں تعصب پیغمبر ﷺ کا سخت ترین دشمنوں میں سے بننے کا سبب بنا۔

جب پیغمبر ﷺ نے خدا کے حکم سے اپنے رشتہ داروں میں دعوت کا آغاز کیا، تب سے ابو لہب نے اپنی دشمنی کی بنیاد رکھ لی اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانا شروع کیا، اور کہا کہ اپنے آباء و اجداد کے دین کی حفاظت کے لیے مجھے محمد ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: ایک دن نوالعجاز کے بازار میں (مکہ کے بازاروں میں سے ہے) ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہہ رہا تھا: "ایہا الناس! قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" اور ایک آدمی نے اس کے پیچھے اس کے ٹانگ پر پتھر مار کر زخمی کر دیا تھا، اور کہتا تھا: "ایہا الناس! اِنَّہ کذاب" اے لوگو! یہ جھوٹا ہے، اس کی بات پر یقین نہ کرو، میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا: محمد (ﷺ) جو خود کو نبی کہتا ہے، اور یہ اس کا چچا ابو لہب ہے جو اسے جھٹلاتا ہے۔

سخت بلاکت

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد ابو لہب (عذبہ) بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکا، لیکن اپنی جگہ رسول خدا کے ایک اور دشمن "عاص بن ہشام بن مغیرہ کو" بھیجا، چونکہ اس کی بیماری متعدی تھی، لوگ اسے طاعون کی طرح سمجھتے تھے، اس لیے جب وہ بیمار ہوا تو اس کی عبادت میں جانے کی جرات نہیں کرتے تھے کہ کہیں یہ بیماری ان کو نہ لگ جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ: اس بیماری کے پھانے کے خوف کی وجہ سے اس کے اپنے گھر والوں نے اسے بیماری اور موت سے نمٹنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا، ابو لہب کی موت کے بعد اس کی لاش تین رات تک گھر میں پڑی رہی، اس کے بیٹے بھی اس کی لاش کے قریب جانے سے ڈرتے تھے، اس کے جسم کی بدبو اور تعفن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اور علاقے کی ہوا میں مل رہی تھی، آخر قریش کا ایک شخص ابو لہب کے بیٹوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی، کیوں اپنے باپ کی لاش نہیں اٹھاتے؟ اس کی بدبو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے: اس نے کہا میں تمہاری مدد کرونگا۔

ایک روایت کے مطابق اس کے بچوں نے چند حبشیوں کو کچھ رقم دی اور ابو لہب کی لاش کو گھسیٹ کر اس کے گھر کے باہر لے گئے، اور اس کے جسم پر دور سے پانی چھڑکا اس کے جسم کو ہاتھ لگائے بغیر لکڑی کے ایک تختے پر رکھا اور مکہ کے دور دراز علاقے میں لے گئے اور ایک کھائی میں اس کی لاش پھینک دی، اور اس کے جسم پر اتنی مٹی، اور پتھر ڈال دیے، کہ لاش ان پتھروں اور مٹی کے نیچے چھپ گئی۔

سبحان اللہ! خدا کے غضب کے مقابلے میں نہ دولت کام آئے گی اور نہ سرکاری عہدے، واضح رہے کہ ابو لہب کی دنیاوی اشرافیت آخرت کی رسوائی پر ختم ہوئی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ: ابو لہب کو جہاں ناکامی ہوئی اس کے علاوہ اس کے بچوں نے وہی دین قبول کیا جس کی مخالفت میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کر دی تھی، پہلے مرحلے میں اس کی بیٹی ڈرہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور مسلمان ہو گئیں، پھر فتح مکہ کے (آٹھویں ہجری) دوران اس کے دو بیٹے عتبہ و معتب نامی عباس بن عبدالمطلب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور بیعت کی۔

سورہ مسد سے حاصل شدہ عبرتیں اور اسباق

- 1- اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنایا ہے جو کہ ابو لہب کی ہلاکت کے منہ میں جانے اور اس کے مکر اور چالوں کا جو حال ہوا جو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف استعمال کرتا تھا۔
- 2- جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، نزول عذاب کے وقت اس کا مال و اولاد اور مقام و عہدہ اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتا، اگر وہ غضب الہی کے راستے پر چلتا ہو، اور اللہ کی خوشی اور رضا کا سبب بننے والے کام چھوڑ دے۔

3 - شرک اور کفر کی موجودگی میں رشتہ داری کا کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ ابو لہب آپ ﷺ کا چچا تھا، لیکن اس کا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

4 - یہ سورت اس بات کا ثبوت ہے کہ مؤمنوں کو ستانا حرام ہے۔

5 - اس سورت میں رب کی حیران کن نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ نے اس وقت نازل فرمائی جب ابو لہب اور اس کی بیوی زندہ تھی، ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے، اور انہیں اس سخت اور درد ناک عذاب سے آگاہ کیا جو ان کا منتظر تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے، پس وہی ہوا جس کی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی، کیونکہ صرف وہی عالم ہے جو علم غیب کو جانتا ہے۔

یاد رہے کہ ابو لہب اور اس کی بیوی مر چکے ہیں، اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں، لیکن ان آیات کو اسی طرح پڑھا جائیگا تاکہ ابو لہب کی طرح کے لوگوں اور اس کے پیروکاروں کے لیے عبرت کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ان پر بڑھتا جائے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**